بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

آج کل ملک میں اصلاح معاشرہ کی مہم جاری ہے۔ ملک کی انتظامیہ جو کہ معاشرے کا اہم اور مؤثر حصہ ہوتی ہے اس کی اصلاح کی اہمیت وضرورت بالکل مسلم ہے۔ اسلام جو کہ انسانی زندگی کا ایک جامع نظام ہے انتظامیہ کے سلسلے میں بھی مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ یہ تو مسلم ہے کہ انسان اپنے سارے امور تنہا انجام نہیں دے سکتا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ انسان اپنے ہم جنسوں سے انسیت کی وجہ سے ان کے ساتھ مل جل کر رہنا پسند کرتا ہے۔ اس لئے ضرورت ہوتی ہے کہ انسان کچھ اصول اور ضابطوں کے تحت اپنی تنظیم قائم کریں تاکہ باہمی تعاون اور ذمہ داری کے ساتھ ان کے امور زندگی کی تکمیل ممکن ہو سکے۔ اسی تنظیم انسانی کی اعلیٰ شکل ریاست کی انتظامیہ ہوتی ہے۔ اسلام جو کہ فطری نظام حیات ہے انتظامیہ کی اس فطری ضرورت کو ملحوظ رکھتے ہوئے انتظامیہ کے سربراہ کو خدمتگار قرار دیتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انتظامی امور کے ذمہ دار افراد جذبۂ خدمت سے سرشار ہوں اور ان میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر حکمرانی کرنے اور اس سے اپنی خدمت لینے کا جذبہ کارفرما نہ ہو۔

انتظامیہ سے متعلق اسلام کا یہی وہ انقلابی تصور ہے جس سے پیغمبروں اور عام دنیاوی حکمرانوں میں امتیاز قائم ہوتا ہے۔

ایک بار مدینۂ طیبہ میں رات کے وقت شور سا برپا ہوا۔ ایک صحابی نے جو اپنے خیال میں بہت جلدی کرکے واقعے کی تحقیق کے لئے گھر سے باہر نکلے تھے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بھی پہلے صورت حال کا جائزہ لے کر واپس تشریف لا رہے ہیں۔ اس موقعہ پر سربراہ انتظامیہ کے اسی احساس ذمہ داری کی طرف رہنمائی فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ لوگوں کا سربراہ ان کا خدمت گار ہوتا ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اسی اسوۂ نبویؐ کی پیروی میں خلفاء راشدین اور بہت سے سربراہان ریاست اور حکام لوگوں کی خدمت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

خدمت ہی سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد گرامی ہے کہ بہترین انسان وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچاتا ہو۔ یہ درجہ اگرچہ ہر اس شخص کو حاصل ہو سکتا ہے جس سے لوگوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہو لیکن انتظامیہ کے لوگ چونکہ کسی نہ کسی درجے میں اختیارات کے مالک ہوتے ہیں اس لئے ان میں فائدہ پہنچانے اور اس طرح لوگوں کی خدمت کرنے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے۔ اگر وہ اس صلاحیت سے کام لیں تو دنیا میں لوگوں کی نظروں میں معزز قرار پا سکتے ہیں اور آخرت میں اجر و ثواب کے مستحق ہو سکتے ہیں۔

لوگوں کو فائدہ پہنچانا تو یقیناً بڑے مرتبے کا کام ہے لیکن اگر کوئی انسان صرف اتنا کرے کہ اپنے اختیارات کو لوگوں کو اذیت دینے اور نقصان پہنچانے میں خرچ نہ کرے تو یہ بھی بڑی بات ہے۔ اس سلسلے میں ارشاد نبویؐ ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ بچے رہیں۔ اس ارشاد گرامی کی رو سے انتظامی امور سے متعلق لوگ اگر ایک دوسرے کے ساتھ یا دوسرے متعلقہ لوگوں کے ساتھ بداخلاقی سے پیش آئیں یا اپنے فرائض کی انجام دہی میں بلاوجہ تاخیر

سے کام لیں یا کسی اور طریقے سے لوگوں کی اذیت کا سبب بنیں تو وہ اچھے مسلمان کہلانے کے مستحق نہیں ہوتے اور مسلم معاشرہ انہیں اپنا حصہ تصور نہیں کرتا۔

ایک حدیث میں منتظمین کی ذمہ داری اور اس پر ان کے احتساب کا اس طرح ذکر کیا ہے کہ تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے اس کے زیر نگرانی لوگوں کے بارے میں باز پرس ہو گی۔ اس ارشاد نبوی میں یہ ہدایت ملتی ہے کہ منتظمین اپنے زیر نگرانی لوگوں کی فلاح و بہبود کا خیال رکھیں، ان کی مشکلات و تکالیف کو دور کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ ذمہ دار اور با اختیار لوگوں سے قیامت میں تو حساب کتاب ہو گا ہی لیکن دنیا میں بھی کسی باقاعدہ نظام کے تحت احتساب کا عمل ضروری ہے تاکہ انتظامیہ کی کارکردگی مفید اور موثر ہو سکے۔ ماضی کے بعض ادوار کے بے شمار واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ انتظامیہ سے منسلک افراد کا باقاعدہ محاسبہ کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ انتظامیہ کے بعض لوگوں کے ایسے بیانات بھی ملتے ہیں جن سے قیامت کے روز ہونے والے احتساب سے ان کے خوف کا اظہار ہوتا ہے۔ کامیابی کے ساتھ انتظامی امور کی انجام دہی جہاں ذمہ دار افراد کے احساس ذمہ داری اور حسن کارکردگی پر موقوف ہوتی ہے وہاں بہت حد تک ماتحت عملے کی اطاعت اور رفقائے کار کے تعاون پر بھی اس کا انحصار ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں بھی اسلام نے بہت سی واضح ہدایات دی ہیں قرآن کریم میں مسلمانوں کو یہ حکم ہے کہ اپنے امور کے ذمہ دار افراد کی اطاعت کریں، ظاہر ہے کہ اگر اطاعت نہیں کی جائے گی تو امور کی انجام دہی میں خلل واقع ہو گا۔

اس سلسلے میں ایک اور زریں ہدایت اس ارشاد نبوی میں ملتی ہے کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑے کی توقیر نہ کرے۔ مطلب یہ ہے کہ بڑوں کو چھوٹوں کے ساتھ خواہ وہ عمر میں چھوٹے ہوں، اختیارات کم رکھتے ہوں، عہدے

یا علم میں کم تر ہوں غرضیکہ کسی بھی لحاظ سے چھوٹے ہوں ہمدردی اور شفقت کا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ اسی طرح جو لوگ عمر، اختیارات، علم اور عہدے وغیرہ میں اپنے سے بڑھ کر ہوں ان کا ادب و احترام ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ جو شخص ان باتوں کا خیال نہیں رکھتا اس سے لوگ منافرت و مغائرت کا برتاؤ کرتے ہیں۔ دراصل اپنے سے بڑوں کا جن میں افسران انتظامیہ بھی شامل ہیں احترام اور اطاعت کی جائے گی تو وہ اپنے علم اور تجربات کی بنیاد پر چھوٹوں کی تعلیم و تربیت کی طرف دل سے متوجہ ہوں گے اور ان کی فلاح و بہبود اور ترقی کی کوشش کریں گے۔ اسی طرح جب بڑے اپنے چھوٹوں پر شفقت کریں گے تو چھوٹے بھی بڑوں کا احترام اور ان کی اطاعت زیادہ کریں گے۔ یوں تو معاشرے میں بڑوں کی طرف سے چھوٹوں پر شفقت اور چھوٹوں کی طرف سے اپنے بڑوں کا احترام سب کے لئے ضروری ہے مگر انتظامیہ سے متعلق افراد کے لئے اس زریں اصول کی اہمیت و افادیت اور بھی زیادہ مسلم ہے۔

انتظامی امور سے متعلق افراد کی ایک اور اہم ذمہ داری قانون کی بالادستی کا قیام ہے۔ اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اسوۂ حسنہ مشعل راہ ہے کہ آپ نے ذاتی معاملے میں کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا لیکن اسلامی قوانین کے نفاذ کے معاملے میں کبھی کسی سے کوئی رعایت نہیں برتی۔ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو جاری کیا چنانچہ باوجود لوگوں کی سفارش کے ایک معزز قبیلے کی ایک عورت کو چوری کے جرم میں ہاتھ کاٹنے کی سزا دی اسی طرح مصر کے ایک آدمی کی اس شکایت پر کہ مصر کے گورنر حضرت عمرو ابن العاص کے بیٹے نے اس کو کوڑے مارے ہیں امیر المومنین حضرت عمرؓ نے اس آدمی کے ہاتھ سے گورنر کے بیٹے کو کوڑے لگوائے۔ مختصر یہ کہ اسلامی تعلیمات کی رو سے اللہ تعالیٰ کے احکام و قوانین میں ترمیم و تبدیلی یا

کسی جرم کی سزا معاف کرنے کا اختیار کسی بڑے سے بڑے صاحب اختیار کو بھی حاصل نہیں ہے اور نہ وہ خود کسی قانون سے مستثنیٰ ہو سکتا ہے۔

غرضیکہ انتظامی اور دیگر امور میں قانون کے مطابق عدل سے کام لینے کا حکم ہے خواہ قانون کی زد میں کوئی خود بھی آتا ہو۔ عدل کے سلسلے میں ایک حکم یہ بھی ہے کہ کسی سے دشمنی یا اختلاف کی صورت میں ایسا نہ ہو کہ عدل سے کام نہ لیا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی سے جس میں رفقائے کار افسر اور ماتحت بھی شامل ہیں۔ کوئی ذاتی اختلاف پیدا ہو جائے تو اس کی وجہ سے اس پر بلا وجہ الزام تراشی یا کسی اور طریقے سے اسے نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے ذاتی اختلاف کی وجہ سے کسی کی ترقی کے راستے میں حائل ہونا یا اس کی تنزلی یا ملازمت سے برطرفی وغیرہ کا سبب بننا ظلم کے دائرے میں آتا ہے۔ اسی طرح ذاتی دوستی یا پسندیدگی کی وجہ سے کسی کے ساتھ غیر قانونی مراعات کرنا بھی ظلم میں داخل ہے۔ اس سے عموماً دوسروں کے حقوق بھی متاثر ہوتے ہیں۔ نااہل آدمی کی سفارش کا مسئلہ بھی اسی زمرے میں داخل ہے۔ سفارش کی وجہ سے کسی منصب پہ نااہل آدمی کے فائز ہونے سے انتظامیہ کی کارکردگی میں خلل واقع ہوتا ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو تکلیف اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ایک اور چیز جو تمام انتظام کو درہم برہم کر دیتی ہے وہ رشوت ہے۔ رشوت کی موجودگی میں کوئی انتظامی اقدام کامیاب نہیں ہوتا اور کوئی قانون چلنے نہیں پاتا۔ یہ تو ظاہر ہی ہے کہ اگر قانون نہ چلے تو معاشرے میں فساد، بدامنی اور بے چینی پھیل جاتی ہے اور رشوت عام ہو جائے تو پھر ایک ایسا وقت بھی آتا ہے جب رشوت خور بھی دوسروں کو رشوت دینے پہ مجبور ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اخلاقی تعلیم اور عبرت ناک سزاؤں کے ذریعے اس لعنت کو ختم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ ضرورت آج بہت شدت کے ساتھ محسوس کی جا رہی ہے۔

ایک اور چیز جو انتظامیہ کی کارکردگی کو بری طرح متاثر کرتی ہے وہ وقت کا غلط استعمال

ہے۔ ملازمت کا جو وقت طے ہو گیا ہے وہ امانت ہے، اس وقت کو غیر متعلقہ بات چیت میں صرف کرنا، اس وقت میں دوسرے امور سر انجام دینا امانت میں خیانت ہے اور اس کی وجہ سے کام بہت سا جمع ہو جاتا ہے اور کام میں تاخیر کی وجہ سے لوگوں کو طرح طرح کے نقصانات پہنچتے ہیں اور دفاتر کا نظام بھی متاثر ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ نیکی اور تقویٰ کے معاملے میں تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی کے معاملے میں تعاون نہ کرو۔ یہ حکم اگرچہ تمام مسلمانوں کے لئے عام ہے مگر انتظامیہ کے لئے اس حکم کی اہمیت اور بھی واضح ہے۔ انتظامیہ کی حسن کارکردگی کے لئے اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ فرائض منصبی کی انجام دہی کے سلسلے میں اس کے ارکان کے درمیان مکمل تعاون موجود ہو۔ اگر ایک محکمے کے ارکان یا مختلف محکموں کے درمیان باہم تعاون نہیں ہوگا تو انتظامیہ کے لئے اپنے فرائض کی بجا آوری مشکل ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر تعاون تو ہو مگر خلاف قانون امور میں ہو مثلاً یہ کہ رشوت کی وصولی اور اس کی باہمی تقسیم میں تعاون ہو یا روپیہ غبن کرنے یا نااہل افراد کو ملازمتیں اور ترقیاں دلانے میں تعاون ہو تو ایسی تمام صورتوں میں معاشرے میں فساد و انتشار پھیل جائے گا۔

انتظامیہ کی کامیابی کا انحصار بڑی حد تک اُن امور سے مکمل واقفیت پر بھی ہوتا ہے جو انتظامیہ کے مختلف ارکان اور محکموں کو سپرد کئے جاتے ہیں۔ اس قسم کی واقفیت کے حصول کے یوں تو بہت سے طریقے ہیں مگر سب سے مؤثر طریقہ یہ ہوتا ہے کہ متعلقہ لوگوں سے ملاقات کر کے معلومات حاصل کی جائیں اور حالات کا بذات خود مطالعہ کیا جائے مثلاً کسی کو ہسپتال کا منتظم بنایا گیا ہے تو وہ گھوم پھر کر مریضوں کے ساتھ ڈاکٹروں اور عملے کے دوسرے افراد کے برتاؤ کا حال معلوم کرے، ہسپتال کی صفائی اور دیگر انتظامات کو دیکھے۔ اسی طرح کسی کو سڑکوں یا عمارتوں کا کام سپرد ہوا ہے تو وہ خود موقعہ پہ پہنچ کر صورتحال

کا جائزہ لے۔ صحیح حالات معلوم کرنے کے لئے کسی جگہ کا اچانک دورہ کرنا زیادہ مفید ثابت ہوتا ہے۔ اطلاع دے کر دورہ کرنے سے اکثر صحیح حالات کا علم نہیں ہوتا مثلاً اگر ناظم تعلیمات کسی کالج کا اچانک معائنہ کریں تو ان کو کالج کے نظم و ضبط اور صفائی وغیرہ کے بارے میں صحیح معلومات حاصل ہو سکیں گی لیکن اگر وہ اطلاع دے کر جائیں گے تو ہو سکتا ہے پہلے سے صفائی کا اہتمام بھی ہو جائے اور عارضی طور پر نظم و ضبط کا بھی مظاہرہ کر لیا جائے۔ نتیجتاً ناظم صاحب اصل حالات سے واقف نہیں ہو سکیں گے اور اس لئے کالج کی بہتری کا وہ انتظام جو اصل حالات سے واقفیت کی بنا پر کیا جا سکتا وہ نہیں ہو سکے گا۔

اسی مصلحت کی بنا پر قدیم زمانے میں بعض مسلم سربراہان ریاست اور گورنر وغیرہ بھیس بدل کر گشت کرتے تھے اور اچانک کسی جگہ کا معائنہ کرنے بھی پہنچ جاتے تھے۔ اس کے علاوہ لوگوں کو بھی اس بات کی اجازت حاصل تھی کہ اپنے معاملات کے سلسلے میں وہ بڑے سے بڑے افسر حتیٰ کہ بادشاہ کے پاس بھی جا سکتے تھے۔

براہ راست لوگوں سے ملاقات کے تین فائدے ہوتے ہیں، ایک تو یہ کہ اس صورت میں درمیان میں خوشامدی، مفاد پرست اور حاسد حائل نہیں ہو سکتے جس کی وجہ سے صحیح اطلاعات فراہم ہو سکتی ہیں، دوسرے اس سے عوام اور انتظامیہ کے درمیان یک جہتی پیدا ہوتی ہے اور عوام اور انتظامیہ میں رقابت کے بجائے یگانگت پیدا ہو جاتی ہے اور عوام سمجھتے ہیں کہ حکومت انہی کی ہے، تیسرے انتظامیہ کے نچلے درجے کے ارکان بھی اپنے فرائض کی انجام دہی میں مستعد ہو جاتے ہیں۔ انہیں یہ ڈر رہتا ہے کہ ان کی کوتاہیاں اور زیادتیاں افسر اعلیٰ کے علم میں نہ آ جائیں۔ انہیں مصلحتوں کے پیش نظر انتظامیہ کے ہر فرد کو بھی بڑے سے بڑے افسر کے ساتھ براہ راست رابطہ کی آزادی حاصل ہونا ضروری ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے پاس جن کی مملکتیں لاکھوں مربع میل پر قائم تھیں ہر شخص بغیر روک ٹوک پہنچ سکتا تھا۔ حضرت عمرؓ جب کسی کو گورنر مقرر کرتے تو دیگر احکام کے ساتھ یہ حکم بھی دیتے کہ وہ اپنے دروازے پر دربان نہیں رکھے گا۔ مصلحت یہی تھی کہ لوگوں کو گورنر کے ساتھ براہ راست رابطہ قائم کرنے کی آزادی حاصل رہے۔

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ارکانِ انتظامیہ عوام سے جتنا دور رہیں گے ان کا اتنا ہی رعب قائم ہوگا اور اسی رعب کی وجہ سے ان کی کارکردگی بہتر ہوگی۔ اسی مصلحت کے تحت ایسے لوگ انتظامیہ کے بڑے افسروں کے لئے ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے ماتحتوں سے دور دور رہیں۔ یہ بات انگریزی حکومت کے دور میں تو اس لئے چل سکتی تھی کہ ان میں آقا اور غلام اور حاکم و محکوم کا تصور قائم تھا مگر جہاں انتظامیہ اپنی ہی ہو وہاں رعب کا یہ مصنوعی طریقہ قطعاً نامناسب ہے۔ اسلامی طریقہ یہ ہے کہ عام لوگوں سے اور اپنے ماتحتوں سے بلاوجہ دور رہنے کی کوشش نہ کی جائے۔ البتہ جہاں قانون اور قواعد و ضوابط کے اجراء کا معاملہ ہو وہاں کسی کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہ برتی جائے۔ قرآن کریم میں ہر ایک کے ساتھ حتیٰ کہ اپنی ذات کے مقابلے میں بھی عدل کا حکم ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر حال میں قانون اور قواعد و ضوابط کا لحاظ رکھا جائے۔ اگر لوگوں کو اور خود رفقائے کار کو یہ یقین ہو جائے کہ فلاں شخص اصول و ضوابط کا پابند ہے تو اس کا رعب بھی قائم ہو جاتا ہے اور لوگ اس کی اطاعت بھی کرتے ہیں خواہ عام برتاؤ میں وہ کتنا ہی نرم کیوں نہ ہو۔

انتظامیہ کی اصلاح کے سلسلے میں ایک اور موثر طریقہ یہ بھی ہے کہ اس سے متعلق افراد کے تقرر کے وقت ان کے سرمائے اور اثاثے کا جائزہ لیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں یہ طریقہ جاری فرمایا تھا پھر اگر دوران ملازمت غیر متناسب طور پر اثاثوں یا سرمائے

میں اضافہ ہوتا تھا تو اس زائد حصے کو ضبط کر لیا جاتا تھا۔

قرآنِ کریم میں مومنوں کے اوصاف میں یہ بات بھی شمار کی گئی ہے کہ ان کے امور مشورے سے طے پاتے ہیں۔ امورِ مملکت میں مشورے کی اہمیت اور بھی نمایاں ہے۔ اس سے صحیح فیصلے پر پہنچنے میں مدد ملتی ہے اور نقصانات سے بچت رہتی ہے۔ انتظامیہ کی ہر سطح پر مشورے کے لئے کوئی لائحہ عمل طے ہونا ضروری ہے تاکہ مشورے کا نظام باقاعدگی سے چل سکے اور اس سے مفید نتائج برآمد ہوں۔

انتظامیہ کی اصلاح اور مؤثر کارکردگی کے سلسلے میں ایک تو یہ بات ضروری ہے کہ انتظامیہ کی کسی اسامی پر تقرر سے پہلے امیدوار کی اخلاقی حالت اور انتظامی صلاحیت کو ملحوظ رکھا جائے دوسرے مناسب وقفوں کے بعد انتظامیہ کے ارکان کے لئے اسلامی تعلیم اور انتظامی امور میں ان کی تربیت کا انتظام کیا جائے۔ تیسرے ایک مستقل کمیشن کے ذریعے ہر سال ان ارکان کے کردار اور کارکردگی کا جائزہ لیا جائے اور اس جائزے کی بنیاد پر ان کی ترقی اور تنزلی وغیرہ کا فیصلہ کیا جائے۔ کسی رکن کے اعلیٰ کردار اور کارکردگی کی صورت میں مختلف طریقوں سے اس کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ حوصلہ افزائی کی وجہ سے ارکانِ انتظامیہ میں مقابلے کا رجحان پیدا ہوگا اور اس کی وجہ سے ان کی صلاحیتیں اجاگر ہوں گی۔ ان اقدامات کے ذریعہ انتظامیہ کی اصلاح اور اس کی کارکردگی مؤثر ہو سکتی ہے اور اس صورت میں بہت حد تک پورے معاشرے کی اصلاح کی توقع کی جا سکتی ہے۔